ترجمہ: "خرم چاہتا تھا کہ اس کو اپنے ذاتی مصاحبوں کی تعداد سمجھ بوجھ کر وہ بڑھا رہا تھا" (ص۔ ۴۹) جبکہ ترجمہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ: اور خرم اسے اپنے ذاتی مصاحبوں کے زمرہ میں شریک کرنا چاہتا تھا جن کی تعداد میں وہ اب ہوشیاری کے ساتھ اضافہ کر رہا تھا

دکن میں ملک عنبر کا مقابلہ کرتی ہوئی مغل افواج کو بوجوہ پسپا ہونا پڑا۔ اس بارے میں انگریزی متن کا فقرہ یہ ہے :-

"This encouraged the Daccanes, and they pursued the Mughals to Balapur, which they sacked thoroughly P.25

اس فقرہ کا مضحکہ خیز ترجمہ دیکھئے :

"اس پسپائی نے دکنی فوجوں کو ہمت دلائی انہوں نے دشمن کو آگے بڑھنے سے روکتی رہی:" (ص: ۵۸)

"فارسی ضرب المثل من چہ می سرایم و طنبورہ من چہ سراید شاید ایسے ہی موقع کے لئے کہی گئی ہوگی یعنی کہ میں کیا گا رہا ہوں اور میرا طنبورہ کیا گا رہا ہے۔ جبکہ فقرہ کا مفہوم یوں بھی ادا کیا جا سکتا تھا کہ: (اس پسپائی سے) دکنی افواج کی حوصلہ افزائی ہوئی اور انہوں نے بالا پور تک مغلوں کا تعاقب کیا جسے وہ مکمل طور پر تاراج کر چکے تھے۔

خانخاناں دکن کی مہم سر کرنے میں ناکام رہا تو اس نے برائے کمک کئی عرضداشت دربار میں بھیجیں، اس ذیل میں متنی فقرہ یہ ہے :

"... and he sent appeal after appeal to the court for help." P. 26.

اس سادہ فقرہ کا ترجمہ دیکھئے :- "وہ بادشاہ کو درخواست پر مدد کے لئے بھیج رہا تھا:" (ص ۵۹)۔ اس ترجمہ سے متبادر ہوتا ہے کہ کمک کے لئے درخواست کسی اور کا مدار نہ تھی جس کو مدد کے لئے خانِ خاناں بادشاہ کو بھیج رہا ہے۔ پڑا سا

[illegible] ایک فقرہ ہے :-

"The [illegible]

she tolerated him because there was no other leader competent to deal with Shah Jahan" P.52

متذکرہ فقرہ کا ترجمہ جس ایجاز بیانی کے ساتھ کیا گیا ہے وہ یہ ہے: "اول الذکر اس سے بہتر کوئی اور شخص نہ تھا۔" (ص ۷۶)

شاہجہانی عہد کی بغاوتوں کے اسباب کے بارے میں ایک طویل فقرہ ہے:

"In the following instances it will be noticed that either the grant of 'jagirs' in their own native lands or undue favours to them, or a combination of both, was responsible for the outbreaks." P.66 -

ترجمہ: "حسب ذیل مثالوں میں یہ نظر آئے گا کہ جاگیریں خواہ کسی کو خواہ اس کے وطن میں دی گئیں یا غیر مناسب مراعات یا دونوں کے امتزاج کے مرکب کا نمونہ تھیں سلطنت کی شکست و ریخت کی ذمہ دار ثابت ہوئیں۔" (ص ۸۶)

بغاوتوں کے سلسلہ میں ہی ڈاکٹر سکینہ صاحب کا ایک طویل فقرہ ہے:

"The three important rebellions which occured in the reign of Shah Jahan furnish an indication of the revival of a tendency so commonly to be met with in the history of Muslim rule in India". P.66

ترجمہ: "تین اہم بغاوتیں جو شاہجہاں کے عہد حکومت میں ہوئیں" (ص ۸۶) مترجم موصوف نے یہاں جس اختصار اور ایجاز سے کام لیا ہے اسے ان کے قلم کی اعجاز بیانی کا کرشمہ ہی کہا جائے گا۔ اسے کوزہ میں دریا کو بند کرنا بھی کہہ سکتے ہیں:-

ضبط گریہ نے تماشا طرفہ تر دکھلا دیا
چشم کے کوزے میں دریا بند کر دکھلا دیا

ترجمہ: "خرم چاہتا تھا کہ اس کو اپنے ذاتی مصاحبوں کی تعداد سمجھ بوجھ کر وہ بڑھا رہا تھا" (ص۔ ۴۹) جبکہ ترجمہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ: اور خرم اسے اپنے ذاتی مصاحبوں کے زمرہ میں شریک کرنا چاہتا تھا جن کی تعداد میں وہ اب ہوشیاری کے ساتھ اضافہ کر رہا تھا

دکن میں ملک عنبر کا مقابلہ کرتی ہوئی مغل افواج کو بوجوہ پسپا ہونا پڑا۔ اس بارے میں انگریزی متن کا فقرہ یہ ہے:۔

"This encouraged the Daccanis, and they pursued the Mughals to Balapur, which they sacked thoroughly."

اس فقرہ کا مضحکہ خیز ترجمہ دیکھئے:

"اس پسپائی نے دکنی فوجوں کو ہمت دلائی انہوں نے دشمن کو آگے بڑھنے سے روکے رہی۔" (ص: ۵۸)

"فارسی ضرب المثل من چہ می سرایم و طنبورہ من چہ سراید شاید ایسے ہی موقع کے لئے کہی گئی ہوگی یعنی کہ میں کیا گا رہا ہوں اور میرا طنبورہ کیا گا رہا ہے۔ جبکہ فقرہ کا مفہوم یوں بھی ادا کیا جا سکتا تھا کہ، (اس پسپائی سے) دکنی افواج کی حوصلہ افزائی ہوئی اور انہوں نے بالاپور تک مغلوں کا تعاقب کیا جسے وہ مکمل طور پر تاراج کر چکے تھے۔

خانخاناں دکن کی مہم سر کرنے میں ناکام رہا تو اس نے برائے کمک کئی عرضداشت دربار میں بھیجیں، اس ذیل میں متنی فقرہ یہ ہے:

"... and he sent appeal after appeal to the court for help." P. 26.

اس سادہ فقرہ کا ترجمہ دیکھئے:۔ "وہ بادشاہ کو درخواست پر مدد کے لئے بھیج رہا تھا۔" (ص ۵۸)۔ اس ترجمہ سے متبادر ہوتا ہے کہ کمک کے لئے درخواست کسی اور کا نداز نے کی جس کی مدد کے لئے خانِ خاناں بادشاہ کو بھیج رہا ہے۔

نورجہاں، شاہجہاں اور مہابت خاں کے ضمن میں ایک فقرہ ہے:۔

"The former had been her life-long enemy and

she tolerated him because there was no other leader competent to deal with Shah Jahan." P.52
متذکرہ فقرہ کا ترجمہ جس ایجاز بیانی کے ساتھ کیا گیا ہے وہ یہ ہے :۔ " اول الذکر اس سے بہتر کوئی اور شخص نہ تھا"۔ (ص ۷۶)

شاہجہانی عہد کی بغاوتوں کے اسباب کے بارے میں ایک طویل فقرہ ہے :

" In the following instances it will be noticed that either the grant of 'jagirs' in their own native lands, or undue favouritism, or a combination of both, was responsible for the outbreaks." P.66 -
ترجمہ :" حسب ذیل مثالوں میں یہ نظر آئے گا کہ جاگیریں خواہ کسی کو خواہ اس کے وطن میں دی گئیں یا غیر مناسب مراعات یا دونوں کے امتزاج کے مرکب کا نمونہ تھیں سلطنت کی شکست و ریخت کی ذمہ دار ثابت ہوئیں"۔ (ص ۸۶)

بغاوتوں کے سلسلہ میں ہی ڈاکٹر سکسینہ صاحب کا ایک طویل فقرہ ہے :

" The three important rebellions which occurred in the reign of Shah Jahan furnish an indication of the revival of a tendency so commonly to be met with in the history of Muslim rule in India." P.66
ترجمہ :" تین اہم بغاوتیں جو شاہجہاں کے عہد حکومت میں ہوئیں"۔ (ص ۸۶) مترجم موصوف نے یہاں جس اختصار اور ایجاز سے کام لیا ہے اسے ان کے قلم کی اعجاز بیانی کا کرشمہ ہی کہا جائے گا ۔ اسے کوزہ میں دریا کو بند کرنا بھی کہہ سکتے ہیں :۔

ضبط گریہ نے تماشا طرفہ تر دکھلا دیا
چشم کے کوزے میں دریا بند کر دکھلا دیا

پرتگالیوں کے ادائگی تاوان کے ذیل میں ہسٹری آف شاہجہان آف دہلی میں یہ جملہ ہے:

"After some descussion the Purtugues paid 10,000 'Tank'as the first instalment of the indemnity, and promised to pay soon the other instalment of 200,000 'tankas'" P. 111 –

ترجمہ: کچھ بات چیت کے بعد پرتگالیوں نے دس ہزار ٹن کا تاوان جنگ کی پہلی قسط ادا کی اور وعدہ کیا کہ دولاکھ ٹن کی دوسری قسط جلد ادا کر دیں گے۔" (ص ۱۱۶)

اس فقرہ میں محترم مترجم نے "تنکہ" نام کے سکّہ کو، جو اڑتالیس یا چونسٹھ "جیتل" کا ہوتا تھا، وزن کے پیمانے "ٹن" (جو ۲۸ مَن کے مساوی ہوتا ہے) میں تبدیل کرتے ہوئے جدت پسندی کا ثبوت دیا ہے۔

مترجم موصوف عنوان "چند باتیں" کے تحت فرماتے ہیں "کہ اردو کی لفظیات کا ذخیرہ بھی اتنا وافر نہیں جتنا انگریزی کا۔ (اس لیے) ہر موقع کے تاثرات کی تصویر کشی کے لئے الفاظ کی کمی نے کبھی کبھی حسن بیان کو ابھرنے نہیں دیا۔" (ص ۶٫۵)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اردو جس کا خمیر ہندوستان کی تمام زبانوں کے علاوہ فارسی اور عربی جیسی الہامی و عالمگیر زبان کے خونِ جگر سے گوندھا گیا ہو، مترجم موصوف اس کے ذخیرۂ الفاظ (vocabulary) کی کم مائگی کا شکوہ فرما رہے ہیں، جس نے ان کے حسن بیان کو ابھرنے نہیں دیا ؎

اس غریبی نے میرے فن کو ابھرنے نہ دیا

بقول اُن کے اگر اردو غریب کا دامن اتنا تنگ نہ ہوتا تو معلوم نہیں وہ ترجمہ میں کیا گل کھلاتے؟ ترجمہ کا یہ مضحکہ خیز سلسلہ کتاب کے آخری صفحہ تک چلا گیا ہے جس کے احاطہ کے لئے علیحدہ کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ لیکن ہم متذکرہ صدر مثالوں پر اکتفا کرتے ہوئے اب چند ایسے فقرات پیش کرتے ہیں جن کی حسن آفرینی قابل توجہ ہے۔

(۱) "جہانگیر نے خرم کو اجین کی جاگیر اور حصار فیروزہ (حصار فیروزہ) کی سرکار عطا کی ص ۴۵
(۲) لیکن اُس وقت بیدار ہوا پانی سر سے اونچا ہو گیا تھا ص ۶۳ (۳) اس علاقہ میں مرہٹہ

کی مستقبل حکومت کے بیج بوئے جا رہے تھے۔ ص ۱۴۰ (۴) لیکن ان کا بھائی نظر محمد (نذر محمد) ہیقرا یا منگوں کا آدمی تھا۔ ص ۱۶۹ (۵) وہ عبداللہ خاں سے ملنے آیا صرف کمر پر ایک کپڑا باندھے تھا اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑے تھا۔ ص ۱۲۱۔ ترجمہ میں "حسن داثر" میں ڈوبے ہوئے اس قسم کے فقرات کا سلسلہ بھی لامتناہی ہے مگر تطویل کے سبب یہاں صرف فقروں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

اب بطور نمونہ چند الفاظ کے املا اور اغلاط کتابت کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا جنہیں ہم نے خطوط وحدانیہ میں درست املا کے ساتھ لکھ دیا ہے۔

تعلیم قور ص ۱۱۳ (تسلیم قور) طومان تغ ص۱۵ (تومان توغ یا تمن طوغ) تمرعہ ص۱۶ (قمرغہ) اولادِ کبیر ص ۵۴ (اولادِ کبیر تاکہ شہنشاہ اکبر کی اولاد کی طرف قاری کا ذہن منتقل نہ ہو) نورتی ص۵۶ (مشاورتی) سراول ص ۶۷ (سزاول بمعنی داروغہ یا سپرنٹنڈنٹ، محصّل) دل آزادی ص ۶۶ (دل آزاری) دربدی ص ۸۷ (دربدری غالباً دربدر کے حاصل مصدر کے طور پر استعمال کیا ہے) دعوادار ص۹۹ (دعویدار) کھٹک ص ۱۲۶ (خلک یا خٹک) کمانوں کا راجا ص۱۲۶ (کماؤں...) یوسف قمری ص ۱۲۹ (... زئی) نوشیرہ ص ۱۲۹ (نوشہرہ) جنگلی جہاز (جنگی جہاز) حکمت عمل ص ۱۳۲ (حکمتِ عملی) تحفے ص ۱۳۷ (تحفے) اطاعت ص ۱۳۷ (اطاعت) آزدہ ص ۱۳۷ (آزردہ) سارا املاک ص۱۴۰ (ساری ...) پیانی گھاٹ ص ۱۴۰، ۱۴۱ (پائین گھاٹ) ابی سینائی ص ۱۴۶ (جشی یا ابی سینیائی) دکھنی جتھاؤں ص ۱۴۶ (دکنی جتھوں) گمنانی ص ۱۶۸ (گمنامی) رحجان ص ۱۷۲ اور دیگر صفحات (رجحان) کھکھروں ص ۱۸۰ (گھکڑوں) اجدیوں ص ۱۸۰ (احدیوں) فوجوں افسروں ص ۲۰۴ (فوجی افسروں) قطاص ۲۰۲ (قطار) بست کی سرنگ ص ۲۰۶ (بست کی سڑک) نمازبوسی ص ۲۱۶ (زمین بوسی) نیطل ص ۲۰۴ (قیطل) وضع محل ص ۲۶۳ (وضع حمل) گوالیلر ص۲۴۳ (گوالیار) رانتھور ص۲۶۳ (رنتھنبور) بازنطان کے حکمراں ص ۲۵۴ (بازنطینی حکمراں) فرمابرداری ص ۲۷۸ (فرماں برداری) ولی عبد ص۱۶۷ (ولیعہد) چکرورتین (چکرورتی) میربار ص ۲۳۷ (میر برّ) دیوانِ تان یا ٹان کئی صفحات پر (دیوانِ تن) مصطوفی ص ۲۳۸ (مستوفی) مہرازاک ص ۲۳۷، ۲۹۸ (مہرازک یا یزک) چار لاکھ دین مہر مقرر ہوا ص ۲۶۶ (چار لاکھ روپیہ بطور کابین مقرر ہوا) ایک سلطان السلاطین بھی ہے ص ۱۸ (ایک عالم الغیب طاقت احکم الحاکمین بھی ہے) ——— (باقی آئندہ)

عہد مغلیہ یورپی سیاحوں کی نظر میں

(۱۶۱۶ء - ۱۶۱۹ء)

قسط ۱۲

پروفیسر محمد عمر، شعبۂ تاریخ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

ایڈورڈ ٹیری : سوانح عمری

ٹیری کی ولادت ۱۵۹۰ء میں ہوئی تھی اور اسکی تعلیم و تربیت روچسٹر اسکول اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں ہوئی تھی۔ ۱۶۱۶ء میں اس نے اس فوجی بحری بیڑے کے پادری کا عہدہ قبول کر لیا جس کی قیادت کیپٹن بنجامن جوسف کر رہا تھا۔

سر تھومس رو کے خاندانی پادری کا انتقال ہو گیا تو اس نے سورت میں مقیم اعلیٰ عہدہ داروں سے کسی دوسرے پادری کے بھیجنے کی درخواست کی۔ ٹیری نے اس عہدہ کو قبول کر لیا ورفروری ۱۶۱۷ء میں وہ اجین میں رو کے پاس پہونچ گیا۔ وہ اس سفیر کے ہمراہ منڈو گیا۔ ور وہاں سے احمد آباد گیا۔ ٹیری کو صرف گجرات اور مالوہ کے صوبوں کو دیکھنے کا موقع ملا تھا۔

۱۶۱۸ء میں وہ ہندوستان سے واپسی کے لئے روانہ ہو گیا اور ۷ ارفروری ۱۶۱۹ء میں وہ انگلستان پہونچا۔ لندن کے قریب اپنے وطن میں اس نے گریٹ گرین فورڈ میں ریکٹر کا ہدہ سنبھال لیا اور ۱۶۲۹ء میں اپنی وفات تک وہ اسی عہدہ پر برقرار رہا۔

۱۶۲۲ء میں ٹیری نے ہندوستان کے بارے میں اپنا روزنامچہ پرنس آف ویلس ہارکس) کی خدمت میں پیش کیا۔ بعد میں اضافے کے ساتھ اس نے اس روزنامچہ کو دوسری شائع کیا۔

پرچاز نے PILGRIMAGE نامی اپنی تصنیف میں اس کو شامل کر لیا ہے اور ٹر نے EARLY TRAVELS INDIA نامی اپنی کتاب میں بھی اس روزنامچہ کو

ں کرلیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۲۱ء میں اکسفورڈ پریس سے شائع ہوئی تھی۔

شہروں، سرائیوں اور تالابوں وغیرہ کا بیان

ملتان

ملتان کی صنعتوں کا ذکر کرتے ہوئے ٹیری نے لکھا ہے کہ وہاں اعلیٰ قسم کے تیر و کمان ئے جاتے تھے۔ کمانیں "سینگوں کے بنائے جاتے تھے اور سریش لگا کر انہیں آپس میں اچھی ح جوڑ دیا جاتا تھا۔" چھوٹے سرکنڈوں کے ٹکڑوں اور بیتوں سے تیر بنائے جاتے تھے۔ تیر و ن دونوں پر نقش و نگار بنائے جاتے تھے۔ ان پر پالش کی جاتی تھی۔ وے بہت اچھے ، صاف ستھرے دکھائی دیتے تھے۔ ہندوستان میں کسی دوسرے اور مقام پر اتنے خوبصورت و کمان نہیں بنائے جاتے تھے۔

منڈو

ٹیری نے لکھا ہے کہ "منڈو شہر بہت اونچے ایک پہاڑ پر واقع ہے جس کی چوٹی وسیع ہموار اور مسطح ہے۔ سوائے ایک سمت کے، اس کے آس پاس واقع تمام حصوں سے چڑھائی بہت نچی اور ڈھلوان سیدھا ہے۔ جس پر منڈو واقع ہے اس پہاڑ کے چاروں طرف اچھے رخت لگے ہوئے تھے۔ یہ درخت آگے پیچھے ایک دوسرے سے اتنے فاصلے پر لگے ہوئے تھے ، انھیں دیکھنے میں بڑی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ چاہے انھیں نیچے یا پہاڑی کی چوٹی سے دیکھا اسئے۔"

"بڑے اور دور تک پھیلے ان جنگلات میں شیر، ببر شیر اور دوسرے شکاری درندے بہت سے جنگلی ہاتھی رہتے ہیں۔"

"حالانکہ ہم لوگ وہاں گئے تھے لیکن منڈو، جو اس وقت مغل حکمراں کا صدر مقام تھا ہت زیادہ آباد نہ تھا۔ بنے ہوئے مکانات کی بہ نسبت وہاں دور دور تک کھنڈرات ہی باقی رہ گئے تھیں، ان میں سے بیشتر ویران مسجدیں تھیں۔"

"ان ویران مسجدوں میں سے ایک مسجد ایسی تھی کہ اس کے قریب ایک مقبرہ واقع تھا۔ ان دونوں کی چھتیں محرابی تھیں۔
میرے آقا روا اور اس کے ساتھیوں کے ٹھہرنے کے لئے وہ عمدہ جگہ تھی۔ ہم لوگ اپنے ساتھ اپنے بستر، اس سے متعلق دوسری چیزیں، باورچی خانہ کی ضروری چیزیں اور انکے علاوہ پہننے کی دوسری چیزیں بھی لے گئے تھے۔"

تالابوں اور سرائیوں کے بارے میں بعض عام تبصرے:

اینٹوں اور پتھروں سے سرائیں بہت مضبوط بنی ہوئی تھیں۔ بلا کرایہ ان میں مسافروں کو رہنے کے لئے کمرے مل سکتے تھے۔ اپنی ضرورت کی دوسری چیزیں انھیں بذاتِ خود فراہم یا خریدنی پڑتی تھیں۔

کنوئیں گول کھودے جاتے تھے۔ وہ "بڑے اور وسیع ہوتے تھے۔ سخت پتھروں کو کاٹ کر کنوئیں بنائے جاتے تھے اور اندر کی طرف عمدہ پلاسٹر کیا جاتا تھا۔ عام طور پر اس کے اوپر ایک ڈھانچہ بنا کر اسے ڈھک دیا جاتا تھا۔ بیل پانی کھینچ کر نکالتے تھے" بہت سے چھوٹے ڈولوں سے پانی باہر نکالا جاتا تھا۔ ان میں سے بعض ہمیشہ نیچے کی طرف جاتے تھے۔ اور دوسرے مسلسل اوپر کی طرف آتے تھے اور ناندوں یا نالیوں میں پانی اونڈیل دیتے تھے۔ ان ناندوں میں پانی جمع کر لیا جاتا تھا اور حسب الضرورت نالیوں سے پانی دوسری جگہ لے جایا جاتا تھا۔

نشیبی جگہوں میں تالاب بنائے جاتے تھے۔ وہ "گہرے اور بہت بڑے ہوتے تھے۔ ان کا گھیر ایک میل سے چار میل تک ہوتا تھا۔ ان کے چاروں طرف کنوئیں بنے ہوئے تھے اور نیچے جانے کے لئے سیڑھیاں بھی موسم گرما میں بھی ان میں پانی باقی رہتا تھا۔

(۲) بادشاہ

جہانگیر کا کردار:

وہ بہت زیادہ "خوبصورت اور شریف النفس تھا" زندگی

کی حد تک ظالم اور ہر معاملے میں انتہا پسند تھا۔ بعض مرتبہ شراب کے نشے میں وہ دوسروں کو بلا قصور سزا دیا کرتا تھا۔ وہ لوگوں کو سختی سے کوڑے لگوانے کی سزا دیا کرتا تھا۔ خلل دماغ کی وجہ سے وہ لوگوں کو مطیع بناتا تھا۔ اس میں بعض اچھی خوبیاں بھی پائی جاتی تھیں۔ بہت سے غریبوں کو وہ "متواتر" افلاس سے نجات دلاتا رہتا تھا۔ وہ اپنی ماں کا بڑا احترام کرتا تھا۔ اور اس کی خدمت کرکے اپنے فرائض کو ادا کرتا تھا۔ جب وہ پالکی پر سوار ہو کر کہیں جاتی تو وہ اسے اپنے کندھے پر اٹھا کرلے جاتا۔ اپنے منظور نظر لوگوں کے ساتھ وہ بڑی شرافت اور بے تکلفی سے پیش آتا تھا اور ان سے بہت محبت کرتا تھا۔ بڑے احترام کے ساتھ وہ عیسیٰ مسیح کا ذکر کرتا تھا لیکن ان کے وصف، سلسلۂ نسب اور انہیں سولی پر چڑھائے جانے کے بارے میں وہ کچھ نہیں سمجھتا تھا اور نہ ہی ان کے خدا کے بیٹے ہونے کے تصوّر کو اچھی طرح سمجھ سکتا تھا۔

لباس؛

شہنشاہ اپنے جسم پر بالکل سفید اور عمدہ چھینٹ کے کپڑے کا لباس پہنا کرتا تھا۔ ایسا ہی لباس اس کے امیر پہنا کرتے تھے۔ ایک دن پہننے کے بعد دوسرے دن اس لباس کو دھو دیا جاتا تھا۔ الماس، موتی یا یاقوت جو وہ پہنا کرتا تھا، وہ غیر معمولی بڑے اور بیحد بیش بہا ہوتے تھے۔ جواہرات کی لمبی لمبی زنجیروں سے بھی وہ خود کو آراستہ کیا کرتا تھا جو اس کی گردن سے لٹکی ہوتی تھیں۔ اپنی کلائیوں اور انگلیوں میں بھی وہ زیورات پہنا کرتا تھا۔ وہ اپنی تلواروں اور خنجروں میں بھی جواہرات جڑوایا کرتا تھا۔ ٹیری نے لکھا ہے کہ " چاہے ایک مغل بادشاہ کا لباس زیادہ خوبصورت اور قیمتی نہ ہو تاہم مجھے اس بات کا پورا یقین ہے کہ ساری دنیا میں کوئی دوسرا ایسا بادشاہ نہیں ہے جسے روزانہ اتنے زیادہ جواہرات سے آراستہ کیا جاتا ہے جیسا کہ وہ بذاتِ خود ہے"۔

مکانات؛

منڈو اور احمد آباد ان دونوں مقامات میں بادشاہ کے قیام کے لئے " عمدہ اور